خلافتِ احمدیہ پر ایک نظر

قادیانی خلافت بالکل بے بنیاد
اور اسکے دلائل میں تضاد

مرتب از ڈاکٹر زاہد عزیز

شائع کردہ دسمبر 2019

Ahmadiyya Anjuman Lahore Foundation (UK)
15 Stanley Avenue, Wembley, UK, HA0 4JQ
Website: www.ahmadiyya.org
Email: info@ahmadiyya.org
webpage for accessing this booklet

1۔ تمہید

مارچ 1914 میں جماعتِ احمدیہ کے ایک فریق نے قادیان میں مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو بطور اپنا خلیفہ قبول کیا اور اپنے اس بنیادی عقیدہ پر قائم ہوئے کہ جماعتِ احمدیہ میں بانیِ سلسلہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک نظامِ خلافت رائج کیا ہے جس کے مطابق ہر خلیفہ کو اللہ تعالیٰ اپنے مامور کی طرح مقرر کرتا ہے اور خلیفہ کے ہر فرمان اور فعل کو تصدیق و تائید الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا جماعت کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ خلیفہِ وقت کی مکمل اور غیر مشروط اطاعت کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا یہی واحد ذریعہ ہے۔ خلیفہ صاحب کے قول و فعل کو کسی بھی معیار پر پرکھنے کی اجازت نہیں، گو وہ معیار قرآنِ کریم ہو، سنت و حدیث نبوی محمد رسول اللہ ﷺ ہو، یا انسانی عقل ہو۔ اور نہ ہی خلیفہ کی کسی معاملہ میں جماعت کے آگے جوابدہی ہو سکتی ہے۔

جماعتِ احمدیہ کے دوسرے فریق، یعنی اکابرِ جماعتِ احمدیہ لاہور، نے اس مفہومِ خلافت کو حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور آپکے جانشین حضرت مولانا نور الدین صاحب کی تعلیمات اور ردِ عمل کے قطعی خلاف قرار دیا، بلکہ ایسی مطلق العنان خلافت تو دینِ اسلام کے ہی منافی ہے اور اسکا نام و نشان بھی محمد رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کی زندگیوں میں نہیں پایا جاتا۔ اس فریق کے اکابر نے لاہور میں 1914 میں احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام قائم کی۔

اس کتابچہ میں ہم نے اس مسئلہ پر بنیادی معلومات جمع کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ احمدیت میں ایسی خلافت کا قطعاً کوئی جواز نہیں، اور خصوصاً یہ کہ اس کو قائم کرنے والوں کے اپنے اقدام اور بیانات سے ہی اس خلافت کا بے بنیاد ہونا صاف ظاہر ہے۔ ہم نے اس تحریر میں خلافت کو ماننے والے فریق کے لئے نام 'جماعتِ قادیان و ربوہ' استعمال کیا ہے، کیونکہ انکی خلافت کا مرکز پہلے قادیان تھا اور پھر ربوہ رہا، گو بعد میں وہ انگلینڈ منتقل ہو گیا جہاں موجودہ خلیفہ مرزا مسرور احمد صاحب مقیم ہیں۔

2۔ 'الوصیت'

بانیِ سلسلہ احمدیہ، حضرت مرزا غلام احمد صاحب، مسیحِ موعود، نے اپنی وفات سے ڈھائی سال پہلے، دسمبر 1905 میں، ایک کتابچہ 'الوصیت' شائع کیا جس میں آپنے ایک انجمن قائم کرنے کا اعلان کیا جس کی غرض آپنے اس طرح بیان کی:

"اس صورت میں ایک انجمن چاہئیے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہے گا، اعلائے کلمہ اسلام اور اشاعتِ توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں۔۔۔ اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت علمِ قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ کریں گے۔۔۔ اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعتِ اسلام میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہونگے۔ اور جب ایک گروہ جو متکفّل اس کام کا ہے فوت ہو جائیگا تو وہ لوگ جو انکے جانشین ہونگے انکا بھی یہی

فرض ہو گا کہ ان تمام خدمات کو حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ بجا لاویں"
('الوصیت'، روحانی خزائن، جلد 20، صفحات 318 تا 319)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ یہ انجمن آپ نے اس لئے بنائی کہ جماعتِ احمدیہ کی تمام آمدنی اور خرچ کا اختیار اس کے ہاتھ میں ہو، اور یہ نظام نسل در نسل چلتا رہے۔

اسی کتابچہ کا آپ نے ایک ضمیمہ بھی شائع کیا جس میں آپ نے خود اس انجمن کے قوائد بنا کر درج کئے۔ ان میں ایک ذیل کا بھی ہے:

"13۔ چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلّی پاک رہنا ہو گا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہیئں۔" (ایضاً، صفحہ 325)

یہاں آپ نے اس انجمن کو "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ" کا، یعنی اپنا، جانشین قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے، نہ 'الوصیت' میں اور نہ کسی دیگر جگہ پر اپنے بعد کسی فرد کے خلیفہ بننے کا ذکر کیا ہے، اور نہ ہی آپکے بعد کسی ایسے مسلسل شخصی نظامِ خلافت کے قائم ہونے کا ذکر کیا ہے۔

3۔ قدرتِ ثانی کیا ہے؟

جماعتِ قادیان و ربوہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ 'الوصیت' میں حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ آپکے بعد آپکی جماعت کو بچانے اور سنبھالنے کے لئے اللہ تعالیٰ

"قدرتِ ثانی" کو نازل کرے گا، اور اس سے مراد نظامِ خلافت ہے، جو حضرت مولانا نورالدین صاحب کے سربراہ بننے سے قائم ہوا۔

لیکن مولانا نورالدین صاحب نے تو اسکے برعکس جماعت کی قیادت سنبھالتے ہی مولانا محمد علی صاحب سے ایک اعلان بعنوان "دوسری قدرت" شائع کروایا جس میں 'الوصیت' سے قدرتِ ثانی کی آمد کے لئے دعا کرنے کا ذکر درج کیا، جہاں حضرت مسیح موعود نے یہ لکھا تھا: "سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو"، اور اس ہدایت کو دہراتے ہوئے مولانا نورالدین صاحب کا ارشاد شائع کیا کہ:

> "اس حکم کی تعمیل کے لئے حضرت مولوی صاحب نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جہاں ہمارے دوست ہیں وہ ہر روز، یا جس طرح ممکن ہو، ایک دفعہ اکٹھے مل کر نماز میں یا نماز سے باہر اس موعود قدرت ثانی کے نزول کے لئے دعائیں کریں" ('بدر'، 18 جون اور 25 جون 1908، صفحہ اول، نیز 'الحکم'، 18 جون 1908، صفحہ 4)

اگر حضرت مولانا نورالدین صاحب کے خلیفہ بننے سے قدرت ثانی کا نزول ہو چکا تھا، تو ایسا اعلان کروانا، جس کو تین شماروں میں شائع کیا گیا، ایک بے معنی اور بیفائدہ بات تھی!

اس کے پانچ سال بعد حضرت مولانا نور الدین صاحب سے سوال پوچھا گیا کہ "قدرت ثانیہ سے کیا مراد ہے"، تو آپکا جواب یہ تھا کہ رسولِ کریم ﷺ کے زمانہ میں جو قدرت کا ہاتھ نمودار ہوا، وہ ہاتھ:

”آپ کے بعد آپ کے خلفاء، نواب، مجددین کے وقت بھی ہوتا رہا۔ وہ سب قدرت ثانیہ تھے۔ قدرت ثانیہ کی حدبندی نہیں ہو سکتی“ (’بدر‘، 22 مئی 1913، صفحات 4-3)

تمام جواب میں آپنے کہیں نہیں فرمایا کہ قدرتِ ثانی تو میری خلافت ہے، بلکہ اس جواب کے مطابق تو خود حضرت مسیح موعود اس قدرت ثانی کا مظہر ہیں جو آنحضرت ﷺ کو حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ سے لے کر تا قیامت دی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود کو عطاء کی گئی قدرت ثانی وہ تائید الٰہی ہے جس نے آپکی جماعت کو آج تک قائم رکھا ہے، اور جس نے آپکے حقیقی مقام اور مشن کو 1914 میں جماعتِ احمدیہ لاہور کے بانیوں کے ذریعہ بچالیا۔

حضرت مسیح موعود اپنی وفات سے قبل ایک لکچر بنام ’پیغام صلح‘ لکھ رہے تھے جو 31 مئی 1908 کو احمدیہ بلڈنگس لاہور، جہاں آپ مقیم تھے، ایک جلسہِ عام میں پڑھا جانا تھا، مگر اس اثنا میں آپکی وفات ہو گئی۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے لاہور میں ایک اور جلسہ کا انتظام کروایا جس میں آپ نے ہزاروں کے مجمع کے سامنے، 21 جون 1908 کو، پنجاب یونیورسٹی ہال میں وہ لکچر پڑھ کر سنایا۔ اس کی رپورٹ ’الحکم‘ میں شائع ہوئی، جس میں اسکو قدرت ثانیہ کی ایک ابتدائی جھلک قرار دیا گیا ہے:

”۲۱ جون کا دن۔ ان مبارک موعود دنوں میں سے ایک دن تھا جن کا احمدی قوم کو اسکے پاک امام نے اپنی وصیت میں وعدہ فرمایا ہے۔

۲۱ جون کا دن۔ خدا کی پیاری اور برگزیدہ قوم کے واسطے قدرت ثانیہ کی ایک ابتدائی چھوٹی سی جھلک کے ظہور کا دن تھا۔

۲۱ جون کا دن۔۔۔ آج حضرت اقدس کا وہ عظیم الشان مضمون جو آپ نے پیغام صلح کے نام سے اپنی زندگی کے آخری ایام میں۔۔۔ لکھا تھا، وہ یونیورسٹی ہال لاہور میں۔۔۔ مکرمی جناب خواجہ کمال الدین صاحب کی معرفت بڑی شان اور دھوم سے پڑھا گیا۔" ('الحکم'، 10 جولائی 1908، صفحہ 2، کالم اول)

اس رپورٹ میں کہیں بھی ذکر نہیں کہ یہ قدرت ثانیہ کا ظہور نظامِ خلافت کے قائم ہونے سے ہوا ہے۔

یہاں یہ بھی ذکر کر دیا جائے کہ حضرت مسیح موعود نے 'الوصیت' لکھنے کے چند دن بعد، 26 دسمبر 1905 کو، ایک تقریر کی جس میں آپ نے فرمایا:

"اگر میں جماعت کی موجودہ حالت پر ہی نظر کروں تو مجھے بہت غم ہوتا ہے کہ ابھی بہت ہی کمزور حالت ہے۔۔۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر نظر کرتا ہوں جو اس نے مجھ سے کئے ہیں تو میرا غم امید سے بدل جاتا ہے۔۔۔ غم اس بات کا ہے کہ ابھی جماعت کچی ہے اور پیغام موت آ رہا ہے۔ گویا جماعت کی حالت اس بچّہ کی سی ہے جس نے ابھی دو چار روز دُودھ پیا ہو اور اس کی ماں مر جائے۔" (ملفوظات، 1984 ایڈیشن، جلد 8، صفحہ 299)

اگر آپ کا یہ عقیدہ ہوتا کہ آپکی وفات پر فوراً قدرتِ ثانی نے خلافت کی شکل میں نازل ہو جانا ہے، تو آپ کو تو جماعت کے لئے غم کرنے کی بجائے خوشی ہوتی۔

4۔ انجمن کا حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں کام شروع کرنا

اس انجمن کے تفصیلی قواعد اخبار 'بدر'، مورخہ 16اور 23فروری 1906، میں شائع ہوئے، زیرِ عنوان:

قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، ضلع گورداسپور،
منظور کردہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب، مسیح موعود علیہ السلام

ان قواعد کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس انجمن کو جماعتِ احمدیہ کے انتظامی اور مالی امور پر کل اختیارات دیے گئے ہیں، اور ان میں کسی فردِ واحد خلیفہ کا قطعاً کوئی ذکر نہیں۔ البتہ آخر میں درج ہے: (دیکھیں 'بدر'، 23فروری 1906، صفحہ 8)

"30۔ ہر ایک معاملہ میں صدر انجمن احمدیہ اور اس کے ماتحت مجالس اور اس کی کل شاخہائے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حکم قطعی اور ناطق ہو گا۔"

اسی کے نیچے اس انجمن کی مجلسِ معتمدین کے عہدیداروں اور اراکین کے ناموں کی فہرست دی گئی ہے اور لکھا ہے کہ انہیں حضرت مسیح موعود نے خود مقرر کیا ہے۔ عہدیدار یہ تھے: مولوی نور الدین صاحب، پریزیڈنٹ، مولوی محمد علی صاحب، سیکرٹری، اور خواجہ کمال الدین صاحب، قانونی مشیر۔

اس انجمن نے اسی وقت سے اپنے اختیارات استعمال کرنے شروع کر دئے۔ اگلے سال، 1907 میں، انجمن کے کسی فیصلہ کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کے خسر، میر

ناصر نواب صاحب، کو اختلاف ہو گیا۔ اس مسئلہ کو جب حضرت مرزا صاحب کے سامنے پیش کیا گیا، تو آپ نے ذیل کا فیصلہ اپنے قلم سے لکھ کر دیا:

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہئے، اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہئے اور وہی قطعی ہونا چاہئے۔ لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں، مجھ کو محض اطلاع دی جائے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہر گز نہیں کرے گی۔ لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو۔ اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے، اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہو گا۔ والسلام، مرزا غلام احمد، عفی عنہ، ۲۷/اکتوبر ۱۹۰۷"

اصلی نوٹ کا عکس ہماری کتابوں اور اخباروں میں کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود کا واضح، تحریری فیصلہ ہے کہ آپ کے بعد اس انجمن کو سلسلہ احمدیہ کے تمام امور میں حکمرانی اور خود مختاری حاصل ہے، اور اس کے اوپر کسی سربراہ یا فردِ واحد کو مقرر نہیں کیا گیا۔ اور جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے، قادیانی خلیفہ ثانی، مرزا محمود احمد صاحب نے خود 1925 میں اعتراف کیا کہ اس انجمن کے بنیادی اصولوں میں خلیفہ کا کوئی ذکر نہ تھا۔

5۔ بعد وفات حضرت مسیح موعود

بہر حال، یہ انجمن حضرت مسیح موعود کی باقی زندگی میں اسی طرح بطور جماعت کے ناظم اعلیٰ کام کرتی رہی۔ آپکی وفات مئی 1908 میں ہوئی اور اسکے بعد جب پہلا جلسہ سالانہ ہوا، تو مولانا محمد علی صاحب نے 27 دسمبر 1908 کو انجمن کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے مندرجہ بالا نوٹ اپنی تقریر میں پڑھ کر تمام موجودہ جماعت کو سنایا۔ اسکے متعلق اخبار 'بدر' میں لکھا ہے:

"ایک قلمی تحریر حضرت اقدس کی پڑھی گئی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میرے بعد صدر انجمن احمدیہ کا ہر ایک فیصلہ قطعی ہو گا۔" ('بدر'، مورخہ 24-31 دسمبر 1908، صفحہ 13، کالم اول)

اسکے آگے خواجہ کمال الدین صاحب کی تقریر کی رپورٹ ہے، جس میں آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی بنائی ہوئی جماعت کو "نہ اپنی اولاد کو دیا، نہ رشتہ داروں کو، بلکہ ایک اور شخص کو جو باہر سے آیا (یعنی حضرت مولانا نور الدین)، میرے لئے اس سے بڑھ کر آپ (یعنی حضرت مسیح موعود) کی صداقت کا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے"۔ آگے چل کر خواجہ صاحب نے فرمایا: "خیر اب یہ امام اس انجمن کو اپنا جانشین کر گیا ہے"۔

ان دونوں تقاریر سے قادیانی جماعت کے اس اعتراض کی بھی تردید ہو جاتی ہے، جو

وہ بار بار پیش کرتے ہیں، کہ لاہوری بزرگوں نے خلیفہ اول کو تو مانا، تو پھر خلیفہ ثانی کو کیوں نہ مانا؟ لاہوری بزرگوں نے خلیفہ اول کو مانا کیونکہ اس کی خلافت اس نظام کے مطابق تھی جو حضرت مسیح موعود نے قائم کیا تھا، جس میں انتظامی امور میں انجمن آپکی جانشین تھی اور کوئی فردِ واحد اس پر حاکم نہیں تھا۔ جس خلافت کا قادیانی جماعت ذکر کرتی ہے، وہ انہوں نے 1914 میں قائم کی، جس کے مطابق خلیفہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نمائندہ اور دست راست ہے، جسکے ہر فرمان کی اللہ تعالیٰ کے احکام کی طرح اطاعت کرنا ضروری ہے، اور جسکے کسی فعل یا عمل پر کسی کو سوال اٹھانے کا حق نہیں حاصل، کیونکہ جو کچھ خلیفہ کہے یا کرے، اسکی اللہ تعالیٰ تصدیق کرتا ہے اور اس میں خطاء یا گناہ کا کوئی امکان نہیں۔

جب ان تقریروں میں تمام جماعت کے سامنے انجمن کا مقام واضح کیا گیا، تو حضرت مرزا صاحب کے اہلِ خاندان، جو گدّی بنا کر پیری مریدی قائم کرنا چاہتے تھے، انہیں سخت تشویش ہوئی کہ اگر خلیفہ انجمن پر حاکم نہ ہوا تو ہم کامیاب نہیں ہوسکتے، خلیفہ تو نورالدین بن گیا ہے جو خاندان سے باہر کا ہے، اور انجمن کے بڑے عہدیدار محمد علی اور خواجہ کمال الدین بھی خاندان سے باہر کے ہیں۔ اس لئے انہوں نے جماعت میں یہ مسئلہ اٹھانا شروع کر دیا کہ آیا خلیفہ انجمن پر حاکم ہے، یا انجمن خلیفہ پر؟ کس کا مقام دوسرے سے بلند ہے؟ ساتھ ہی حضرت مولانا نور الدین صاحب کو مولانا محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب اور انجمن سے بدظن کرنے کے لئے حضرت مولانا

صاحب کو یہ کہنا شروع کیا کہ یہ انجمن کے لوگ آپ کو کچھ نہیں سمجھتے، آپ کو اپنے ماتحت سمجھتے ہیں۔

6۔ حضرت مولانا نور الدین کی ’الوصیت‘ کی تشریح

مگر حضرت مولانا نور الدین صاحب نے اپنے خطبہ عید الفطر، مورخہ 16/اکتوبر 1909، میں ’الوصیت‘ کی وہی تشریح کی جو جماعتِ احمدیہ لاہور کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا:

> ”حضرت صاحب کی تصنیف میں معرفت کا ایک نکتہ ہے، وہ میں تمہیں کھول کر سناتا ہوں۔ جس کو خلیفہ بنانا تھا اس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کر دیا۔ اور ادھر ۱۴ اشخاص کو فرمایا کہ تم بہیئت مجموعی خلیفۃ المسیح ہو۔ تمہارا فیصلہ قطعی فیصلہ ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہی قطعی ہے۔ پھر ان چودہ کے چودہ کو باندھ کر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرادی کہ اسے اپنا خلیفہ مانو اور اس طرح تمہیں اکٹھا کر دیا
> ---
>
> میں نے الوصیت کو خوب پڑھا ہے۔ واقعی ۱۴ آدمیوں کو خلیفۃ المسیح قرار دیا ہے اور ان کی کثرت رائے کے فیصلہ کو قطعی فرمایا۔ اب دیکھو کہ انہی متّقیوں نے، جن کو حضرت صاحب نے اپنی خلافت کے لئے منتخب فرمایا، اپنی تقوٰے کی رائے سے، اپنی اجماعی رائے سے، ایک شخص کو اپنا خلیفہ و امیر مقرر کیا، اور پھر نہ صرف خود بلکہ ہزار ہا ہزار لوگوں کو اسی کشتی پر چڑھایا جس پر خود سوار ہوئے۔“
> (’بدر‘، مورخہ 21/اکتوبر 1909، صفحہ 11، کالم اول)

اس سے صاف ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود نے کسی فردِ واحد کے خلیفہ بننے کا ذکر نہیں کیا، بلکہ چودہ اشخاص کو مجموعی طور پر خلیفۃ المسیح مقرر کیا، جن کا کثرتِ رائے سے کوئی بھی فیصلہ قطعی ہوناتھا، جماعت کے لئے بھی، اور قانونی طور پر بھی۔ پھر ان چودہ اشخاص نے، یعنی صدر انجمن احمدیہ قادیان کی مجلسِ معتمدین کے ممبران نے، اجماعی رائے سے ایک شخص کو خلیفہ و امیر تسلیم کیا۔ نہ جماعتِ احمدیہ میں کوئی شخصی خلافت تھی، اور نہ حضرت مسیح موعود نے ایسی خلافت تجویز کی، یا اسکا ذکر تک کیا۔ ایک فرد کو خلیفہ کو تسلیم کرنے کا فیصلہ صدر انجمن احمدیہ کا تھا جو حالات کے مطابق کیا گیا۔

جماعتِ ربوہ کی طرف سے یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ حضرت مولانا نور الدین صاحب نے اپنے دور قیادت میں اکابرِ جماعتِ احمدیہ لاہور کی ملامت کی، ان سے ناراضگی کا اظہار کیا اور صدر انجمن کو برا بھلا کہا، کیونکہ یہ لوگ نظامِ خلافت کو نہیں مانتے تھے، اور اس ضمن میں آپکی ایک تقریر کا 'بدر'، جولائی 1912 سے حوالے بھی دیئے جاتے ہیں۔ لیکن اگر اس تقریر کا پسِ منظر دیکھا جائے اور اس کو سارا کا سارا پڑھا جائے، تو حقیقت اسکے بالکل برخلاف نکلتی ہے۔

یہ تقریر حضرت مولانا نور الدین صاحب نے قادیان سے لاہور جا کر احمدیہ بلڈنگس میں کی، جہاں دو سال بعد، 1914 میں، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا مرکز قائم ہوا۔ آپکے سفر لاہور کا مقصد شیخ رحمت اللہ صاحب کی ایک عمارت کا سنگ بنیاد رکھنا تھا۔ آپ نے اس تقریب پر فرمایا:

''میرے آقا، میرے محسن (حضرت مسیح موعود) نے شیخ صاحب سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کی عمارت کی بنیاد اپنے ہاتھ سے رکھیں گے۔ اللہ تعالٰی کا منشاء ایسا ہی ہوا کہ آپ کے اس وعدہ کی تعمیل آپ کا ایک خادم کرے۔ شیخ صاحب نے لکھا کہ تم آؤ۔ میں بیمار ہوں اور بعض اعضاء میں درد کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے، مگر میرے دل میں جوش ہے کہ اپنے پیارے کے مُنہ سے نکلی ہوئی بات پوری کرنا چاہتا ہوں۔'' ('بدر'، 27جون 1912، صفحہ 4، کالم دوم)

شیخ رحمت اللہ صاحب تو اکابرین جماعت احمدیہ لاہور میں نمایاں حیثیت کے مالک تھے، جنکی مالی قربانیوں نے اس جماعت کے قائم ہونے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ مولانا نور الدین صاحب انکی خاطر اتنی تکلیف اٹھا کر قادیان سے لاہور آئے۔ کیا یہ ناراضگی کا اظہار تھا!

آپ کے ساتھ جو احباب قادیان سے آئے، ان میں حضرت مسیح موعود کے تینوں فرزند (یعنی، مرزا بشیر الدین محمود احمد، بشیر احمد اور شریف احمد صاحبان) شامل تھے۔ 'بدر' کے اسی شمارہ میں حضرت مولانا صاحب کے سفر لاہور کے حالات کی رپورٹ شائع شدہ ہے، جس میں لکھا ہے:

''لاہور میں احباب کے فروکش ہونے کے واسطے احمدیہ بلڈنگس تجویز ہو چکی تھی۔ ۔۔۔ حضرت خلیفۃ المسیح کا قیام ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی کوٹھی پر تھا جو اسی احاطہ کے اندر ہے۔۔۔ لاہور پہنچ کر سب سے پہلی بات جو حضرت خلیفۃ المسیح کو

خوش کرنے والی ہوئی وہ مسجد احمدیہ ہے، جو احمدیہ بلڈنگس کے وسط میں بنی ہوئی ہے۔ حضرت سب سے اول مسجد میں داخل ہوئے۔ دو نفل نماز ادا کر کے بانیاں مسجد اور ان کی اولاد، اور اولاد در اولاد، کے واسطے بہت دُعائیں کیں۔ ایسی دُعائیں کیں کہ فرمایا کہ میں یقین کرتا ہوں کہ میری وہ دُعائیں عرش تک پہنچ گئیں۔ ہم جماعت لاہور کو اس خوش قسمتی پر مبارکباد کہتے ہیں۔۔۔ اس (مسجد) کے بنانے کا خاص اہتمام اور جوش سب سے زیادہ ہمارے مکرم دوست جناب ڈاکٹر سیّد محمد حسین شاہ صاحب کو تھا۔۔۔ حضرت نے اس مسجد کی خوشی کا اظہار واپسی پر قادیان کے پہلے درس میں بھی کیا۔" ('بدر'، 27جون 1912، صفحہ 3، کالم دوم)

جماعتِ قادیان وربوہ کے پروپگنڈا کے مطابق اسی مقام پر، انہی دنوں، حضرت مولانا نورالدین صاحب کی خلافت کی مخالفت زوروں پر تھی، جس کے لیڈروں میں شیخ رحمت اللہ صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سیّد محمد حسین شاہ صاحب شامل تھے، اور حضرت مولانا صاحب ان سے سخت ناراض تھے، بلکہ انہیں جماعت سے خارج کرنا چاہتے تھے۔ مندرجہ بالا رپورٹ سے یہ جھوٹا پروپگنڈا حقیقت کے بالکل برخلاف ثابت ہوتا ہے۔ حضرت مولانا صاحب تو ان بزرگوں سے بیحد خوش تھے۔

'بدر' کے اگلے دو شماروں میں حضرت مولانا نورالدین صاحب کی وہ تقریر شائع ہوئی ہے جس میں سے جماعتِ قادیان وربوہ کے پروپگنڈا کرنے والے بعض عبارات کو سیاق سباق سے علیحدہ کر کے، یہ ظاہر کرتے ہیں کہ آپ اکابرین جماعت احمدیہ لاہور پر

گرج اور برس رہے ہیں۔ اس کی حقیقت کو ہم ذیل میں بے نقاب کرتے ہیں۔

حضرت مولانا صاحب اس بات کو شروع کرتے ہی فرماتے ہیں:

”آج بھی کسی نے کہا ہے کہ خلافت کے متعلق بڑا اختلاف ہے۔ حق کسی کا تھا اور دیگئی کسی اور کو۔ میں نے کہا کہ کسی رافضی کو جاکر کہہ دو کہ علیؓ کا حق تھا، ابو بکر نے لے لیا۔“ (’بدر‘، 4 جولائی 1912، صفحہ 6، کالم دوم اور سوم)

رافضی سے مراد شیعہ ہیں۔ اس بات کا آپ کئی بار ذکر کرتے ہیں، مثلاً: ”یہ اعتراض کرنا کہ خلافت حقدار کو نہیں پہنچی، رافضیوں کا عقیدہ ہے“ (صفحہ 7، کالم دوم)۔

یہ تو ظاہر ہے کہ یہ اعتراض جماعتِ احمدیہ لاہور کے اکابرین نے کسی صورت بھی نہیں کیا ہو سکتا، کیونکہ یہ مسلمہ حقیقت ہے، جس سے کسی کو بھی انکار نہیں، کہ اس اختلاف میں یہ بزرگ تو قادیانی مفہوم کی شخصی خلافت کو مانتے ہی نہیں تھے، تو پھر وہ یہ اعتراض کیسے کر سکتے تھے کہ خلافت کا حقدار کوئی اور شخص تھا مگر مل گئی مولانا نور الدین کو! یہ اعتراض کرنے والے کون تھے؟ حضرت مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ خلافت کے حقدار تو حضرت مرزا صاحب کا بیٹا مرزا بشیر الدین محمود احمد، یا داماد نواب محمد علی خان، یا خسر میر ناصر نواب، یا حضرت مرزا صاحب کی بیوی، ہی ہو سکتے ہیں اور پھر کہتے ہیں:

”مگر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جو لوگ خلافت کے متعلق بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا حق کسی اور نے لے لیا، وہ اتنا نہیں سوچتے کہ یہ سب کے سب میرے فرمانبردار اور وفادار ہیں۔“ (صفحہ 7، کالم اول)

اس سے عیاں ہے کہ جن لوگوں کی حضرت مولانا نور الدین صاحب ملامت کر رہے ہیں وہ تھے جو حضرت مرزا صاحب کے اہلِ خاندان کو خلافت کا حقدار کہتے تھے اور حضرت مولانا صاحب کے متعلق وہی شکایت کرتے تھے جو شیعہ لوگ حضرت ابو بکر کے متعلق کرتے ہیں، جیسا کہ حضرت مولانا صاحب فرماتے ہیں: "علیؓ کا حق تھا، ابو بکر نے لے لیا"۔

یہاں خاکسار راقم (زاہد عزیز) بیان کرنا مناسب سمجھتا ہے کہ میرے نانا جان، مشہور مناظرِ اسلام، دنیا کے مذاہب کے جیّد عالم، اور نامی مصنف، مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی ہمیں بتایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا نور الدین صاحب کی قیادت کے زمانہ میں انہوں نے خود میر ناصر نواب صاحب کو ایک عام مجمع میں لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ پہلی خلافت تو خاندان سے باہر چلی گئی ہے، لیکن دوسری خاندان میں ہی ہو گی۔ یہ واقعہ میں نے ان سے 1976 میں سنا، اور آپکی وفات پر اخبار 'پیغامِ صلح'، مورخہ یکم مارچ 1978 میں اپنے مضمون میں شائع کر دیا۔

اپنے نظامِ خلافت کی تائید میں جماعتِ قادیان و ربوہ کے مبلغ اس تقریر میں سے ذیل کی عبارت نکال کر پیش کرتے ہیں:

"میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ:۔ مجھے بھی خدا ہی نے خلیفہ بنایا ہے۔" (صفحہ 6، کالم سوم)

مگر اسکے فوراً بعد حضرت مولانا نورالدین صاحب فرماتے ہیں:

> ”یہ وہ مسجد ہے جس نے میرے دل کو بہت خوش کیا۔ اس کے بانیوں اور امداد کنندوں کے لئے میں نے بہت دُعا کی ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ میری دُعائیں عرش تک پہنچی ہیں۔ پس اس مسجد میں کھڑے ہو کر جس نے مجھے بہت خوش کیا اور اسی شہر میں آ کر اس مسجد ہی میں آنے سے خوشی ہوتی ہے میں اس کو ظاہر کرتا ہوں کہ۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہی نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔“ (صفحہ 6، کالم سوم، تا صفحہ 7، کالم اول)

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس احمدیہ بلڈنگس کی مسجد بنانے والے اور اسکے رکھوالی آپ کو قادیانی مفہوم میں اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا خلیفہ نہیں سمجھتے تھے۔ اگر حضرت مولانا نورالدین صاحب اپنے آپ کو اسی رنگ میں اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا خلیفہ قرار دے رہے ہوتے، تو وہ ایسے لوگوں سے اتنے زیادہ خوش کیونکر ہوتے، اور انکے لئے اتنی دعائیں کیوں کرتے؟ اس تقریر میں آپ ان لوگوں کی تردید کر رہے ہیں جو آپ پر وہ الزام لگاتے تھے جو شیعہ حضرت ابو بکر پر لگاتے ہیں، کہ آپ حقدار کا حق مار کر خلیفہ بن گئے ہیں۔ آپ کے جواب کا معنی یہی ہے کہ میں کسی انسانی منصوبہ، تدبیر یا چالبازی سے کسی کا حق مار کر خلیفہ نہیں بنا، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کرنا تھا۔ یہی مطلب آپ کی تقریر کے ان الفاظ کا ہے، جو قادیانی جماعت پیش کرتی رہتی ہے کہ: ”مجھے نہ کسی انسان نے، نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا“۔ آپ کے مخاطب یہاں وہ لوگ ہیں جو خاندانی خلافت کے کوشاں تھے اور کہتے

تھے کہ آپ چند انسانوں کے بنانے سے خلیفہ بن گئے، ورنہ حقدار کوئی اور تھے۔

اسی تقریر میں آگے چل کر اِنہیں لوگوں کو حضرت مولانا نور الدین صاحب نے سختی سے ہدایت کی ہے کہ وہ جماعتِ لاہور پر بد ظنّی کرنا چھوڑ دیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"اب بھی میرے ہاتھ میں ایک رقعہ ہے، وہ لکھتا ہے کہ لاہور کی جماعت خلافت میں روک ہے۔ میں ایسا اعتراض کرنے والوں کو کہتا ہوں کہ یہ بد ظنی ہے۔ اسکو چھوڑ دو۔ تم پہلے ان جیسے اپنے آپ کو مخلص بناؤ۔ لاہور کے لوگ مخلص ہیں۔ حضرت (مرزا) صاحب سے انھیں محبّت ہے۔ غلطی انسان کا کام ہے۔ اس سے ہو جاتی ہے۔ ان سے بھی غلطی ہوتی ہے۔ یہ جدی بات ہے۔ مگر ان لوگوں نے جو کام کئے ہیں تم بھی کر کے دکھاؤ۔

میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ جو لاہوریوں پر بد ظن ہے کہ وہ خلافت میں روک ہیں، اسے یاد رہے کہ رسول ﷺ کی طرف سے بد ظنی کرنے والے کو یہ سر دپا ملتا ہے انّ الظن اکذب الحدیث اور اللہ جلشانہ نے فرمایا: اجتنبوا کثیرًا من الظن، ان بعض الظن اثم۔ وہاں سے اثم کا خطاب ملتا ہے۔۔۔ پس مخلصوں پر بد ظنی کرتے ہو اور میرا دل دکھاتے ہو۔ خدا سے ڈرو۔۔۔

پس میری بات کو یاد رکھو اور بد ظنی چھوڑ دو۔۔۔ یہ خیال چھوڑ دو کہ لاہور کے لوگ خلافت کے امر میں روک ہیں۔" ('بدر'، 11 جولائی 1912، صفحہ 4، کالم دوم، صفحہ 5، کالم دوم)

جس تقریر کے متعلق جماعتِ قادیان و ربوہ نے یہ پھیلایا ہوا ہے کہ اس میں حضرت مولانا نور الدین صاحب نے اکابر جماعت احمدیہ لاہور کو خوب جھاڑا اور برا کہا، حقیقت یہ ہے کہ اس میں آپ نے ان اکابر کے مخالفین، جو مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو خلیفہ بنانے کے کوشاں تھے، انکی سخت ملامت کرتے ہوئے، لاہوریوں کو مخلص احمدی، بلکہ مثالی احمدی قرار دیا۔

اگر بفرضِ محال حضرت مولانا صاحب کی مراد، ان الفاظ سے کہ "مجھے بھی خدا ہی نے خلیفہ بنایا ہے"، وہی تھی جس رنگ میں جماعتِ قادیان و ربوہ کے افراد تصور کرتے ہیں، تو آپ نے اس تقریر میں اکابر جماعت احمدیہ لاہور سے جس محبّت کا ذکر کیا ہے اور جتنی انکی تعریف کی ہے، تو اس سے محض یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ان احمدیوں کی بھی عزت و قدر کرتے تھے جو آپ کو اللہ کا مقرر کردہ خلیفہ نہیں سمجھتے تھے اور آپ ان سے کتنا رواداری اور پیار کا سلوک کرتے تھے۔ اور یہی بات آپ کی وفات پر مارچ 1914 میں مولانا محمد علی صاحب نے، جماعت میں اتحاد رکھنے کی خاطر، مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو تجویز کی کہ ایک امیر کا انتخاب کر لیا جائے مگر اسکی بیعت کرنا لازمی قرار نہ دیا جائے، اور دونوں فریق جماعت میں رہتے ہوئے اختلافی مسائل پر اپنا اپنا موقف تمام جماعت کے سامنے پیش کریں۔

7۔ مولانا نور الدین، اکابر جماعت احمدیہ لاہور کی قدر و عزت کرتے تھے

حضرت مولانا نور الدین صاحب اپنی زندگی کے آخری خطبات تک لاہوری اکابر پر ان

الزامات کی تردید کرتے رہے جو کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے حامی لگاتے تھے اور ان الزام لگانے والوں کی ملامت کرتے رہے۔ خواجہ کمال الدین صاحب کے 1912 میں انگلینڈ تبلیغِ اسلام کے لئے جانے کے بعد، مرزا محمود احمد صاحب کے رفقاء نے ان پر اعتراضات کرنے شروع کئے، تو حضرت مولانا صاحب نے اپنے جمعہ خطبہ مورخہ 17/اکتوبر 1913 میں فرمایا:

"تم میں بدظنی ہے۔ خواجہ کمال الدین منافقانہ کام نہیں کرتا۔ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہے۔ یہ میرا یقین اس کی نسبت ہے۔ ہاں معلوم نہیں، غلطیاں کر سکتا ہے۔ میں اس کے کاموں سے خوش ہوں۔ اس کے کاموں میں برکت ہے۔ اس کی نسبت بدظنیاں پھیلانے والے منافق ہیں۔" ('الفضل'، 22/اکتوبر 1913، 'خطباتِ نور'، صفحہ 622)

جمعہ خطبہ مورخہ 7/نومبر 1913 میں آپ فرماتے ہیں:

"کمال الدین اچھا ہے۔ وہ نیک کام میں ہے۔ اگر کوئی غلطی اس سے ہو تو قدوس تو خدا تعالیٰ ہی ہے۔۔۔ وہ ایک نیک کام میں لگا ہوا ہے۔ تم میں سے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر رہا۔ غلطی کو رہنے دو۔ نیکی کو لے لو۔۔۔ کمال الدین اپنی ذاتی غرض سے وہاں نہیں گیا۔ اس کو اپنے بال بچوں تک کی پرواہ نہیں۔۔۔ کمال الدین جو کرتا ہے، تم میں سے کوئی ہے؟ اُس میں غلطی ہے تو کون سی بات ہے۔" ('الفضل'، 12/نومبر 1913، 'خطباتِ نور'، صفحہ 632-631)

مولانا محمد علی صاحب نے حضرت مولانا نور الدین صاحب کے دورِ قیادت میں قرآنِ کریم کا انگریزی ترجمہ و تفسیر شروع کیا تھا۔ آپ باقاعدگی سے حضرت مولانا صاحب کو اپنے تفسیری نوٹ سنانے جاتے تھے اور ان سے ہدایت لیتے اور مشورہ کرتے تھے۔ حضرت مولانا صاحب کی زندگی کے آخری دنوں میں بھی، فروری 1914 میں، جب آپ سخت بیمار تھے، تو یہ سلسلہ جاری رہا۔ آپکی صحت اور مصروفیات کی خبریں احمدیہ اخباروں میں شائع ہوتی تھیں، جن سے نظر آتا ہے کہ آپ مولانا محمد علی صاحب سے کتنی محبّت اور انکی کتنی قدر و عزت کرتے تھے۔ ان خبروں سے چند اقتباسات ذیل میں دیئے جاتے ہیں:

"9 فروری 1914:۔۔۔ پھر فرمایا کہ مجھے مولوی (محمد علی) صاحب نے بہت خوش کیا ہے۔ میرا دل باغ باغ ہو گیا ہے۔ انہوں نے یاجوج ماجوج اور اصحاب کہف، ذوالقرنین کی تحقیقات عجیب کی ہے۔ انسکلوپیڈیا چھان مارے ہیں۔ کیا مسئلہ صاف کیا ہے۔ واہ، واہ، واہ" ('پیغام صلح'، 15 فروری 1914، صفحہ 1)

"11 فروری 1914: حضرت مولوی محمد علی صاحب جب قرآن مجید کا ترجمہ سنانے کے لئے حاضر ہوئے تو ان کو مخاطب کر کے حضرت خلیفۃ المسیح نے یوں فرمایا: تو بیا کہ زندہ مانم (تو آ، کہ میں زندہ رہوں)" ('پیغام صلح'، 26 فروری 1914، صفحہ 4)

"18 فروری 1914: پھر مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا: تمہارا روز

دیکھنا یہ بھی میری روح کی غذا ہے۔ پھر فرمایا: مولوی صاحب، تم مجھے بہت پیارے ہو۔ ایک کام کا ہتھیار ملا ہے، یعنی مولوی محمد علی، علم ہی علم ہے۔ تمہارا فضل ہے۔ ۔۔۔ پھر فرمایا: یہ ترجمہ یورپ، افریقہ، امریکہ، چین، جاپان و آسٹریلیا میں انشاءاللہ مفید ہو گا۔" ('پیغام صلح'، 3 نومبر 1935، صفحہ 2)

یہاں ہم نے حضرت مولانا نورالدین صاحب کی زندگی کے اختتام پر جو آپکی مولانا محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کے متعلق آراء تھیں انکا ذکر کیا ہے تاکہ کوئی شک وشبہ نہ رہے کہ آپ آخر میں بھی انکی وہی قدر و عزت کرتے تھے جو ابتداء میں۔ ابتداء میں آپ نے جماعت کو ایک تقریر کی جو 'بدر' مورخہ 14 جنوری 1909 میں شائع ہوئی جس میں آپ نے فرمایا:

"تو میں نے مولوی محمد علی صاحب کو جو اس وقت میرے ایک دوست اور بازو ہیں اور جن کے اخلاص پر مجھے تعجب آتا ہے اور رشک بھی آتا ہے، کہا۔۔۔" (صفحہ 15، کالم سوم)

اسی طرح خواجہ کمال الدین صاحب کے 1912 میں انگلینڈ جانے کے بعد جو آپ اور حضرت مولانا نورالدین صاحب کے درمیان خط وکتابت اخبار 'بدر' میں شائع ہوتی رہی، اس سے آپ دونوں میں باہمی محبّت اور بے تکلفی صاف نظر آتی ہے۔

8۔ قادیانی خلافت کا قیام: صدر انجمن احمدیہ کے اختیارات کا خاتمہ

مارچ 1914 میں حضرت مولانا نور الدین صاحب کی وفات کے بعد جس طرح قادیان میں مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی خلافت قائم ہوئی، ان واقعات کو یہاں تفصیل سے بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔ یہ تفصیلات مولانا محمد علی صاحب کی سوانح عمری 'مجاہدِ کبیر' اور مولانا صاحب کی اپنی کتاب 'حقیقتِ اختلاف'، اور بعض دیگر کتب میں پائی جاتی ہیں۔ یہاں ہم دکھائیں گے کہ مرزا محمود احمد صاحب نے خلافت قائم کرنے کے لئے جو بنیادی قدم اُٹھائے، انکے اپنے تضاد سے ہی یہ خلافت بے بنیاد اور باطل ثابت ہو جاتی ہے۔

خلیفہ بنتے ہی مرزا محمود احمد صاحب نے قادیان میں اختلافِ رائے کی آزادی کو دبا کر، صدر انجمن احمدیہ قادیان کی مجلسِ معتمدین سے ایک رزولیوشن منظور کروایا جس کو رسالہ 'ریویو آف ریلیجنز' کے اردو ایڈیشن کے اپریل اور مئی 1914 کے شماروں میں سرورق کے پیچھے چھپوایا، جو مندرجہ ذیل ہے:

> حسب رزولیوشن ۱۹۸ مجلسِ معتمدین منعقدہ اپریل ۱۹۱۴ء قرار پایا کہ قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے قاعدہ ۱۸ میں الفاظ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام" کی بجائے الفاظ "حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی" درج کیئے جاویں۔ لہٰذا اب قاعدہ ۱۸ حسب ذیل ہو گا۔ "ہر ایک معاملہ میں مجلس معتمدین اور اس کی ماتحت مجلس یا مجالس اگر کوئی ہوں اور صدر انجمن اور اسکی کل

شاخہائے کے لیئے حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی کا حکم قطعی اور ناطق ہو گا۔"

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مولانا نور الدین صاحب کے زیرِ قیادت بھی اس قاعدہ میں الفاظ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام" ہی لکھے رہے اور ان میں کوئی ایسی ترمیم نہ ہوئی کہ حضرت مسیح موعود کے نام کی بجائے حضرت مولانا صاحب کا نام اور "خلیفہ اول" درج کر دیا جائے۔ لہٰذا مرزا محمود احمد صاحب کی خلافت کی نوعیت حضرت مولانا نور الدین صاحب کی خلافت کی نوعیت سے بالکل فرق اور اس سے متضاد تھی، اور اس خلافت سے حضرت مسیح موعود کی قائم کردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کا مقام ختم ہو جاتا تھا۔ یہ وجہ تھی کہ اکابر جماعت احمدیہ لاہور نے مرزا محمود احمد صاحب کی خلافت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

9۔ مرزا محمود احمد صاحب کو صدر انجمن سے خوف اور اسکا علاج

مندرجہ بالا تبدیلیِ قواعد سے مرزا محمود احمد صاحب، صدر انجمن احمدیہ اور اپنی تمام جماعت پر ایک ڈکٹیٹر کی طرح مطلق العنان حاکم تو بن گئے، اور صدر انجمن احمدیہ کی مجلس معتمدین کے تمام ممبر بھی انہی کے بیعت شدہ مرید اور خادم تھے، مگر اس کے باوجود آپ کو خوف رہا کہ کہیں یہ انجمن اپنے اصل اختیارات دوبارہ نہ حاصل کر لے۔

گیارہ سال گزر گئے تو آپ نے اکتوبر 1925 میں ایک تقریر کی جس میں اس خوف

وخطرہ کا اظہار کیا اور اسکا علاج پیش کیا۔ اس تقریر کا عنوان تھا: 'جماعت احمدیہ کا جدید نظام عمل'، جو آپکی جماعت کے اخبار 'الفضل' میں شائع ہوئی، اور آپکی تصانیف کے مجموعہ بنام 'انوار العلوم' کی جلد 9، کتاب نمبر 9 میں صفحہ 127 تا 146 پائی جاتی ہے (اور اسی جلد کے صفحات کے حوالے ذیل میں دیئے گئے ہیں)۔

شروع ہی میں مرزا محمود احمد صاحب فرماتے ہیں:

"گو جیسا کہ میں نے بارہا سنایا ہے۔ صدر انجمن کا نام اور اس کے کام کا طریق اوروں کا تجویز کردہ تھا نہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لیکن چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس کے متعلق منظوری ہو چکی تھی۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ تمام نام جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں قرار پا چکے تھے، ان کو قائم رکھا جائے"۔(صفحہ 127)

یعنی مرزا محمود احمد صاحب کے مطابق حضرت مسیح موعود نے "اوروں" کے کہنے پر صدر انجمن کا نام اور اس کے کام کا طریق منظور کر دیا، اور نہ خیال کیا کہ جماعت کو اس سے کیا خطرہ پیدا ہو گا، اور اب مرزا محمود احمد صاحب، انجمن کے بننے کے قریباً بیس سال بعد، حضرت مسیح موعود کی اس غلطی کی اصلاح کر رہے ہیں۔ اور عجب یہ کہ آپ حضرت مسیح موعود کے احترام میں انکے زمانہ کے قرار شدہ ناموں کو قائم رکھیں گے مگر نام کے تحت حقیقت کو تبدیل کر دیں گے۔ کیا یہ وہی نہیں جو مرزا محمود احمد صاحب نے جماعت کے نام احمدیہ کے ساتھ کیا ہے، کہ نام وہی ہے جو حضرت مسیح موعود کے زمانہ کا

تھا مگر نام کے تحت حقیقت کو بالکل تبدیل و مسخ کر دیا ہے؟

آگے چل کر مرزا محمود احمد صاحب فرماتے ہیں:

”اول یہ کہ مجلس معتمدین کے بنیادی اصول میں جو دراصل ہے ہی اسلام کا بنیادی مسئلہ خلیفہ وقت کا وجود شامل نہ تھا۔ ایک ریزولیوشن خلافت ثانیہ میں پاس کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو خلیفہ کہے گا اسے مجلس مانے گی۔“ (صفحہ 132)

یہ اس اپریل 1914 کے ریزولیوشن کا ذکر ہے جسکو ہم اوپر درج کر چکے ہیں۔ مرزا محمود احمد صاحب اس بات کو اس طرح جاری رکھتے ہیں:

”مگر یہ اصولی بات نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ممبروں کی جماعت کہتی ہے میں ایسا کروں گی۔ لیکن جو جماعت یہ کہہ سکتی ہے وہ یہ بھی تو کہہ سکتی ہے میں ایسا نہ کروں گی کیونکہ جو انجمن یہ پاس کر سکتی ہے کہ ہم خلیفہ کی ہر بات مانیں گے وہی اگر آج سے دس سال بعد یہ کہے کہ نہیں مانیں گے تو انجمن کے قانون کے لحاظ سے وہ ایسا کہہ سکتی ہے یا پھر اگر انجمن یہ کہے کہ اس خلیفہ کی تو ہر بات مانیں گے لیکن دوسرے کی نہیں مانیں گے تو بھی وہ اپنے قواعد کے لحاظ سے حق بجانب ہو گی۔ جس طرح حضرت خلیفہ اول کے وقت میں ہوا۔“ (صفحہ 132)

یہاں مرزا محمود احمد صاحب نے ذیل کے تین حقائق کا اعتراف کیا ہے:

1۔ جن اصولوں پر حضرت مسیح موعود نے صدر انجمن احمدیہ بنائی، ان میں کسی شخصی خلافت کا ذکر نہ تھا۔

2۔اس انجمن کو اختیار ہے کہ وہ کسی وقت بھی اپنے 1914 کے ریزولیوشن کو منسوخ کر دے اور پھر اس پر خلیفہ کی بات ماننا ضروری نہیں رہے گا۔

3۔ خلیفہِ اول حضرت مولانا نور الدین صاحب کے احکام کو ماننا صدر انجمن کا اپنا فیصلہ تھا، یہ کسی اصول کی بنا پر انجمن پر واجب نہ تھا۔ اس لئے انجمن ”اپنے قواعد کے لحاظ سے حق بجانب“ تھی کہ خلیفہ اول کی تو ہر بات مانے مگر خلیفہ ثانی کو یہ مقام نہ دے۔ تو پھر 1914 سے لے کر آج تک قادیانی خلفاء کے پیراؤ یہ اعتراض لاہوری احمدیوں پر کیوں کر رہے ہیں کہ جب آپ کے بزرگوں نے خلیفہ اول کو قبول کیا تو خلیفہ ثانی کو کیوں نہ قبول کیا؟ خلیفہ ثانی صاحب تو خود فرما رہے ہیں کہ لاہوری اکابر ایسا کرنے میں حق بجانب تھے۔

اسی جگہ سے تقریر جاری رکھتے ہوئے، مرزا محمود احمد صاحب فرماتے ہیں:

”پس مسئلہ خلافت جس کے لئے ہمیں ایسی قربانی کرنی پڑی جس کی نظیر نہیں مل سکتی اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے ماننے والے، آپ کے دوست کہلانے والے، آپ سے دیرینہ تعلق رکھنے والے ہم نے اس مسئلہ کی خاطر قربان کر دیئے۔ اگر ان میں اور ہم میں یہ دینی اختلاف نہ ہوتا تو وہ ہمیں اپنی اولاد سے زیادہ عزیز تھے۔ اپنے عزیزوں سے زیادہ پیارے تھے کیونکہ ان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنے والے اور آپ کے صحابہ میں سے شامل تھے اور آپ کے ساتھ انہوں نے کام کیا تھا۔۔۔ پس اس مسئلہ

کے لئے ہم نے ایسی عظیم الشان قربانی کی کہ اس کے مقابلہ میں اور کوئی قربانی نہیں ہو سکتی۔۔۔ ہمیں سلسلہ کے ایک ٹکڑے کو قربان کرنا پڑا۔" (صفحہ 132)

جو یہاں مرزا محمود احمد صاحب نے اکابر جماعت احمدیہ لاہور کے اعلیٰ مقام و مرتبہ کے متعلق بیان فرمایا ہے، اس کے مقابلہ میں دیگر جگہ پر وہ خود، اور انکی جماعت کے افراد عام طور پر، ان بزرگوں کو نہایت بُرے الفاظ میں یاد کرتے ہیں اور ان پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ منافق تھے جنکا ایمان کھوکھلا تھا، وہ سازشیں کرتے رہتے تھے اور حضرت مسیح موعود اور بعد میں حضرت مولانا نور الدین صاحب انہیں جھڑکتے رہتے تھے۔ اگر آپ نے انہیں اس قسم کے رذیل انسان پایا، تو کیا وہ آپ کو "اپنے عزیزوں سے زیادہ پیارے" ہو سکتے تھے؟ انکا قادیان سے چلے جانے کو آپ اپنی "عظیم الشان قربانی" کیسے قرار دے سکتے ہیں؟

مرزا محمود احمد صاحب اس سے قبل اپنی کتاب 'آئینۂ صداقت' کے آخر میں لکھ چکے تھے کہ یہ لوگ جو "یزیدی صفت بن چکے تھے وہ قادیان سے حکمتِ الٰہی کے ماتحت نکالے گئے"،* اور انکے مرید تو کہتے ہیں کہ مولانا محمد علی صاحب خلیفہ بننا چاہتے تھے،

*نوٹ: خلیفہ ثانی صاحب کو خود، یہ لکھنے کے چند سال بعد 1947 میں تقسیمِ ہند پر، اپنے رفقاء کے ساتھ قادیان چھوڑ کر لاہور فرار ہونا پڑا، اور جن مسلمانوں کو آپ کافر اور دائرہِ اسلام سے خارج قرار دیتے رہے، انہیں کی مد اور کیٹگری میں شامل ہو کر یہ سب پاکستان آئے۔ پھر قادیان میں جس قائم شدہ بہشتی مقبرہ پر انہیں فخر تھا، کہ مولانا محمد علی صاحب اور انکے رفقاء اب اس میں دفن ہونے سے محروم ہو گئے ہیں، اور ہم 'الوصیت' کے مطابق اس میں دفن ہونگے، خلیفہ ثانی صاحب اور انکے بھائی اسی سے محروم ہو گئے۔ آپکے بعد تیسرے خلیفہ مرزا ناصر احمد صاحب بھی اس میں دفن ہونے سے محروم ہو گئے۔ چوتھے

اور جب ناکام ہوئے تو قادیان چھوڑ کر چلے گئے۔ مگر یہاں بمطابق مرزا محمود احمد صاحب ''ہمیں سلسلہ کے ایک ٹکڑے کو قربان کرنا پڑا''، یعنی ہم نے خود انہیں نکالا، اور اس قربانی سے ہمیں بہت تکلیف ہوئی۔

ہماری گذارش ہے کہ جماعتِ قادیان و ربوہ کے افراد غور کریں اس پر جو انکے خلیفہ ثانی صاحب نے یہاں بتلایا ہے کہ اکابر جماعت احمدیہ لاہور کے حضرت مسیح موعود سے کیسے دیرینہ تعلقات تھے۔

مندرجہ بالا اقتباس، جو ان الفاظ پر ختم ہوا ''ہمیں سلسلہ کے ایک ٹکڑے کو قربان کرنا پڑا''، اس کے فوراً بعد مرزا محمود احمد صاحب فرماتے ہیں:

''اگر اتنی قربانی کے بعد بھی سلسلہ کی حالت غیر محفوظ ہو۔ یعنی چند لوگوں کے رحم پر ہو جو اگر چاہیں کہ خلافت کا انتظام قائم رہے تو قائم رہے اور اگر نہ چاہیں تو نہ رہے تو یہ کبھی گوارا نہیں کیا جا سکتا۔۔۔۔ مسئلہ خلافت کے جماعت کے بنیادی اصول میں شامل نہ ہونے سے جماعت ایسے خطرات میں رہ سکتی ہے جو مبائعین کو

خلیفہ مرزا طاہر احمد صاحب، باوجود اسکے کہ آپکی وفات انگلینڈ میں ہوئی اور میّت کو قادیان لے جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی، وہ بھی بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے سے محروم رہ گئے۔ موجودہ خلیفہ مرزا مسرور احمد صاحب کے تحت 2008 میں قادیان میں خلافت کی صد سالہ برسی منانے کے لئے عظیم الشان دسمبر جلسہ کا اعلان ہوا، اور آپ اسکے لئے بھارت تشریف بھی لے گئے۔ مگر وہاں ملکی حالات ایسے پیدا ہوئے کہ خلیفہ صاحب کو قادیان جانے سے پہلے ہی ملک سے نکلنا پڑا، اور قادیان میں اپنے نظامِ خلافت کی خوشیاں منانے سے محروم رہ گئے۔

غیر مبائعین میں بدل دے اور دس گیارہ آدمیوں کے جُنبشِ قلم سے قادیان معاً لاہور بن جائے۔۔۔“(صفحات 133-132)

لقب ”غیر مبائعین“، جماعتِ قادیان و ربوہ کی اصطلاح ہے جماعتِ احمدیہ لاہور کے ممبروں کے لئے، کیونکہ وہ خلیفہ صاحب کی بیعت میں شامل نہیں۔ اس اقتباس سے اول تو سوال اٹھتا ہے کہ اگر نظامِ خلافت اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ ہے تو اس کا قائم رہنا ”چند لوگوں کے رحم پر“ کیسے ہو سکتا ہے؟ نظامِ نبوت کو بھی تو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا تھا۔ کیا یہ نظام کسی وقت بھی لوگوں کے رحم پر تھا کہ اگر چاہیں تو خود ہی اس کو ختم کر دیں؟

دوم، یہاں مرزا محمود احمد صاحب نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ انکی مبائعین کی جماعت اور لاہوریوں کی غیر مبائعین کی جماعت میں فرق یہ ہے کہ جماعتِ لاہور میں انجمن حاکم ہے جس کو کلّی اختیارات حاصل ہیں، اور اگر انکی اپنی جماعت میں بھی یہ ہو جائے تو ”قادیان معاً لاہور بن جائے“ گا۔ اس بیان سے اس الزام کی بھی تردید ہو گئی جو جماعتِ قادیان و ربوہ کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے کہ مولانا محمد علی صاحب نے قادیان اس لئے چھوڑا کیونکہ وہ وہاں خلیفہ بننے میں ناکام ہو گئے اور لاہور چلے گئے۔ اگر یہ الزام درست ہوتا تو پھر قادیان تو لاہور صرف اسی صورت میں بن سکتا تھا اگر میاں صاحب کے مبائعین مولانا محمد علی صاحب کو اپنا لیڈر مان لیں۔

اپنے اس ”جدید نظام عمل“ میں مرزا محمود احمد صاحب نے صدر انجمن کا نام مجلس شوریٰ کو دے دیا اور اس نئی صدر انجمن کا کام محض خلیفہ صاحب کو رائے دینا تھا اور

فیصلہ کرنا صرف خلیفہ صاحب کے ہاتھوں میں ہونا تھا۔

اس تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ جس خلافت کے متعلق اس کے ماننے والے کہتے ہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود کی وفات کے فوراً بعد 27 مئی 1908 کو قائم ہوئی، وہ اکتوبر 1925 تک نہ قائم ہو سکی، جبکہ خود مرزا محمود احمد صاحب کو برسرِ اقتدار آئے ہوئے گیارہ سال سے زیادہ گزر چکے تھے۔

10۔ کیا کتاب 'شہادۃ القرآن' میں حضرت مسیح موعود کے بعد خلافت کا ذکر ہے؟

بعض جگہ حضرت مسیح موعود کی کتاب 'شہادۃ القرآن' سے حوالہ دیا جاتا ہے جس سے نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ جماعتِ قادیان و ربوہ کی خلافت ہمیشہ قائم رہے گی۔ موجودہ خلیفہ مرزا مسرور احمد صاحب کو ایک خطبہ جمعہ مورخہ 27 مئی 2005 میں یہ موضوع اٹھانا پڑا کیونکہ انکی جماعت میں سے کسی نے ایک مضمون لوگوں میں تقسیم کیا جو کسی زمانے میں مرزا بشیر احمد صاحب (مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے بھائی) نے لکھا تھا جس میں آپنے یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ جماعتِ قادیان و ربوہ کی خلافت بھی کسی وقت سچی خلافت نہیں رہے گی بلکہ جس طرح خلافتِ راشدہ چار خلیفوں پر ختم ہو گئی اور اسکے بعد خلافت محض ملوکیت یعنی دنیاوی بادشاہت بن کر رہ گئی، اسی طرح جماعتِ قادیان و ربوہ کی خلافت بھی چند (غالباً چار) خلیفوں کے بعد حقیقی خلافت نہیں رہے گی۔

مرزا مسرور احمد صاحب نے اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود کی کتاب 'شہادۃ القرآن' میں سے ذیل کا حوالہ دیا:

"قرآن کریم میں اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں جو اس امت میں خلافت دائمی کی بشارت دیتی ہیں اور احادیث بھی اس بارہ میں بہت سی بھری پڑی ہیں۔" (روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 355؛ — 'خطباتِ مسرور'، جلد سوم، صفحات 316-315)

مگر یہاں تو حضرت مسیح موعود اُس خلافت کا ذکر کر رہے ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد قائم ہوئی اور آپ اپنے بعض مخالفین کی اس رائے کی تردید کر رہے ہیں جو کہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کی خلافت چار خلفاء راشدین کے بعد ختم ہو گئی، اور انکے جواب میں آپ فرما رہے ہیں کہ اس خلافت نے ہمیشہ قائم رہنا تھا اور اسی کے مطابق میں خود آنحضرت ﷺ کا خلیفہ بن کر، بطور مسیح موعود آیا ہوں۔ آپکی اپنی جماعت میں آپکی جانشینی میں خلافت کا تو قطعاً یہاں کوئی ذکر نہیں۔ اس سے آگے ہی اسی صفحہ میں حضرت مسیح موعود لکھتے ہیں:

"نبی تو اس امت میں آنے کو رہے۔ اب اگر خلفائے نبی بھی نہ آویں اور وقتاً فوقتاً روحانی زندگی کے کرشمے نہ دکھلاویں تو پھر اسلام کی روحانیت کا خاتمہ ہے۔"

یہاں جماعتِ قادیان و ربوہ کے دو غلط عقاید کی تردید موجود ہے۔ ایک تو یہ کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ اس امت میں کوئی نبی نہیں آسکتا، اور دوسرا یہ کہ جو خلافت اس امت میں جاری ہے اس کے تحت مسیح موعود خود خلیفہِ رسول ﷺ ہے۔

11۔ خاندانی خلافت کی گدی

مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے کم از کم تین مرتبہ اعلان کیا کہ انکی خلافت کوئی خاندانی گدی نہیں جو بیٹے کو باپ سے وراثت میں ملے۔

1۔ آپ نے 1914 کے سالانہ جلسہ پر ایک تقریر بعنوان 'برکاتِ خلافت' کی، جس میں ایک جگہ یہ سرخی ہے: "خلافت کیا گدی بن گئی ہے؟" اس کے تحت آپنے فرمایا:

"وہ نادان جو کہتا ہے کہ گدی بن گئی ہے اس کو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تو یہ جائز ہی نہیں سمجھتا کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ ہو۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ چاہے مامور کر دے تو یہ الگ بات ہے اور حضرت عمرؓ کی طرح میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ نہیں ہونا چاہئے۔" ('انوار العلوم'، جلد2، کتاب نمبر 7، صفحہ 171)

2۔ آپکی تحریر 'احمدیت یعنی حقیقی اسلام'، جو 1924 میں شائع ہوئی، اسکی ابتداء ہی میں آپ لکھتے ہیں:

"ابتدائے اسلام کی طرح احمدیہ جماعت کا بھی ایک امام مقرر ہوتا ہے جسے جماعت منتخب کرتی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود کی اولاد یا خاندان میں سے ہو جیسے کہ حضرت خلیفہ اول کوئی حسبی یا نسبی تعلق حضرت مسیح موعود سے نہیں رکھتے تھے اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ آپ کے خاندان میں سے نہ ہو، جیسا کہ یہ عاجز حضرت مسیح موعود کی فرزندی کی عزت رکھتا ہے۔" ('انوار العلوم'، جلد8، کتاب نمبر 5، صفحہ 115)

3۔ آپ نے جلسہ سالانہ 1956 میں ایک تقریر کی جو بعنوان 'خلافت حقہ اسلامیہ' مشہور ہے۔ اس میں آپ نے کہا:

"یہ لوگ کہتے ہیں کہ اپنے بیٹوں کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے ۔۔۔ میں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریّتِ جسمانی کے چار افراد اور دس لاکھ اس وقت تک کی روحانی ذریّت کو خلافت کا مستحق قرار دیتا ہوں، جو ممکن ہے میرے مرنے تک دس کروڑ ہو جائے۔ سو جو شخص کہتا ہے کہ اس دس کروڑ میں سے جو خلافت پر ایمان رکھتے ہیں کسی کو خلیفہ چُن لو، اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اپنے کسی بیٹے کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے نہایت احمقانہ دعویٰ ہے۔" ('انوار العلوم'، جلد26، صفحہ 34-35)

مگر وقت نے حقیقت کو دنیا کے سامنے بے نقاب کر دیا جب مرزا محمود احمد صاحب کے بعد انکے بیٹے مرزا ناصر احمد خلیفہ بنے، اور اگلے خلیفہ مرزا طاہر احمد بھی مرزا محمود احمد صاحب کے ہی بیٹے تھے۔ موجودہ خلیفہ مرزا مسرور احمد صاحب بھی "ذریّتِ جسمانی" میں سے ہیں۔

مرزا محمود احمد صاحب نے مندرجہ بالا بیانات سے اپنے اندھا دھند مریدوں کی تسلی تو کر دی ہو گی، اور شاید بعض دیگر سادہ لوح اشخاص کی بھی، کہ یہ خاندانی گدی نہیں بن رہی، مگر جماعتِ احمدیہ لاہور کے بزرگ اس زمانہ میں بھی جانتے تھے کہ یہ محض لوگوں کو بیوقوف بنانے کے لئے کہا جا رہا ہے۔ مرزا ناصر احمد صاحب کے خلیفہ بننے سے

اکیس سال قبل، 'پیغام صلح'، مورخہ 31 مئی 1944 میں سیّد اختر حسین گیلانی صاحب، مبلغ جماعت احمدیہ لاہور، کا ایک مضمون بعنوان 'مرتبہ خلافت، خاندانی ورثہ نہیں بن سکتا'، شائع ہوا جس میں محترم مصنّف لکھتے ہیں:

"آخر جناب مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ بن گئے اور اپنے بعد خلافت کے لئے اپنے بیٹے ناصر احمد صاحب کو تیار کر چکے ہیں۔۔۔۔ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خدام الاحمدیہ وغیرہ کے صدر ہیں۔ ان کے اشاروں پر حرکت کرنے کی تلقین نوجوانوں کو کی جارہی ہے اور ہر جگہ مختلف طریقوں سے صاحبزادہ موصوف کو خلافت کے لئے آگے کیا جارہا ہے، اور یقینی امر ہے کہ خلافت اب جناب مرزا محمود احمد صاحب کے خاندان میں بطور ورثہ چلتی چلی جائے گی۔ اس عمارت کی بنیادیں ذریّت مبشرہ وغیرہ تصورات پر قائم کی گئی ہیں۔ اور اب ناممکن ہے کہ کوئی غیر شخص خلیفہ بن سکے۔ پس یہ نظام ہی اس امر کی دلیل ہے کہ حق وصداقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہا۔"

('پیغام صلح'، 31 مئی 1944، صفحہ 13، کالم اول)

اور اسی حکیمانہ پیشگوئی پر ہم یہ کتابچہ ختم کرتے ہیں۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

webpage for accessing this booklet